ابراہیم ابو سعدہ
ترجمہ: سید ابو الحسن علی بھوپالی

اخلاق

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اچھا اخلاق ہی وہ ستون ہے جس پر قوموں کے عزّو شرف کی تعمیر ہوتی ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر تہذیب و تمدن کی عالیشان عمارت استحکام کے ساتھ قائم ہوتی ہے، اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ پیمانہ کہ جس کے ذریعہ قوموں کی ترقی کو پرکھا جاتا ہے وہ دولت کی افراط، عزت کی بڑائی، اور مال کی فراوانی نہیں ہے، بلکہ وہ بلند پایہ اخلاق، بہترین عادات، سیدھی اور سچی فطرت اور ذوقِ سلیم ہے۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فضائلِ حیات میں سے کسی اور فضیلت میں سے نہیں کی بلکہ آپؐ کی مدح سرائی "الخلق العظیم" جیسے بلیغ الفاظ میں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پورا قول یہ ہے وانک لعلیٰ خلق عظیم، یقیناً آپ بلند اخلاق کے مالک ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں خدا کی سنت یہ رہی ہے کہ انھوں نے دنیاوی ساز و سامان کو ورثہ بنا کر اپنی امت کے لیے نہیں چھوڑا بلکہ انھوں نے کامل اخلاق، نفع بخش علم، اور بہترین عادات کا ورثہ چھوڑا ہے۔ جیسا کہ سیاستِ الٰہی کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ تمام بنی آدم میں عموماً اور امتِ عربی میں خصوصاً ایک ایسا نبی مبعوث ہو جو اُن ہی کی زبان میں دعوت کو پیش کرے۔ ان کے طرزِ کلام میں ان سے گفتگو کرے اور اللہ انھیں کسی ایسی چیز کے ذریعہ خطاب کرے کہ جس سے وہ واقف ہوں اور وہ ان تمام لوگوں کے

لیے بہتر اخلاق میں نمونۂ عمل ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شخصیت ہر طرح اس بات کے لیے موزوں تھی کہ اپنے اخلاقِ کریمانہ، اپنی دانش مندی، اپنے حسن تدبیر، اور تائیدِ ایزدی کے ذریعہ اس عربی قوم کو راہِ ہدایت پر لگائیں جو ظاہری اسباب کی عدم موجودگی، عمومی زبوں حالی کی وجہ سے ڈاکہ زنی کی خوگر ہوگئی تھی، اور محکم تدبیر کے ذریعہ اس کی رہنمائی کریں۔ اس کھوکھلی، ناتواں امت میں سے، ایک بلند اخلاق، بہتر صفات نیک اعمال، لطیف عادات، گراں قدر افکار اور کامل تہذیب و تمدن والی امت کو پیدا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کس قدر سچی بات ارشاد فرماتے ہیں:

" فبما رحمۃ من اللہ کنت لھم و لوکنت فظا غلیظ القلب لانفضو
من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر۔
فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین۔"

(اے پیغمبر) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لیے بہتر نرم مزاج واقع ہوئے ہیں ورنہ اگر کہیں آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے، ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، البتہ جب آپ کے عزم کی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسہ پر کام کرتے ہیں۔"

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت میں مجھ سے مرتبہ میں سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا، جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہوگا، وہ لوگ جو معاونت کرتے ہیں وہ ہیں جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں، اور ان سے محبت کی جاتی ہے۔"

صحیح تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملنے کے بعد چند لوگوں کو آپ کے حالات معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت انس بن مالک رضؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائیں کیونکہ آپ عرصۂ دراز تک آپؐ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کے باعث لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ قریب رہتے تھے۔

اس مطالبہ پر حضرت انس رضؓ کی آنکھیں پُرآب ہوگئیں۔ آپ نے لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو معاف رکھیں۔ لیکن جب لوگ اپنی بات پر مصر رہے تو آپ ان کے اصرار سے مجبور ہو کر اس بات پر تیار ہو گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے صرف ایک اہم پہلو کو اجاگر کریں ـــــ چنانچہ انس رضؓ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ بلند اخلاق تھے۔ باخدا میں نے ریشم کو آپؐ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ پایا۔ آپؐ کی خوشبو سے زیادہ اچھی عطر کی خوشبو بھی نہیں معلوم ہوئی۔ میں نے رسول اللہؐ کی دس سال خدمت کی لیکن آپؐ نے کبھی مجھے اُف بھی نہیں کہا، اور میرے کسی کام پر یہ بھی نہ کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، اور میرے کسی کام کے نہ کرنے پر بھی نہ کہا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

یہ وہ اصلی جمہوریت تھی جسے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کے ساتھ برت کر بنی آدم پر ظاہر کیا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے اور ان کے درمیان سے تکلف کا خاتمہ کر دیا تاکہ لوگ آزادی و شرافت کو جانیں اور غلامی و محکومی کا طوق ان کے گلے سے اتر جائے۔

اگر آج بھی لوگ خدمت کے معاملہ میں اس مثالی حکمت عملی کی اتباع کریں تو خادموں اور مخدوموں کے درمیان تیز گفتاری کی نوبت نہ آئے۔ ان کے تمام جھگڑوں کا قلع قمع ہو جائے اور

لوگوں میں میل و محبت کی روح کارفرما ہو جائے۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا کافی ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بے وقوف اعرابی آیا، اور آپؐ کی موٹی سی چادر سے لپٹ کر کہنے لگا یہ مجھے دے دیجیے، کیونکہ آپؐ نے اپنے اور اپنے والد کے مال میں سے مجھے کچھ نہیں دیا۔ اس وقت کچھ صحابہ کرام موجود تھے۔ انھوں نے اسے مارنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اعرابی کو چادر عطا کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ چنانچہ یہ حکیمانہ تدبیر اس کے اور اس کی قوم کے دین میں داخل ہونے کا سبب بن گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

"میں ہر مومن کے لیے اس کے نفس سے بھی زیادہ حق دار ہوں۔ جس نے مال چھوڑا وہ اس کے اہل و عیال کے لیے ہے، اور جس نے اہل و عیال یا قرضہ چھوڑا وہ مجھ پر واجب ہے۔"

کیا خوب تھی وہ ذات جو مہربانی کے دریا بہاتی رہی۔ جب اسے رحمت کے چشمے پھوٹ گئے تھے اور جس کی ذات مبارک سے اچھائی، شفقت، ہمدردی اور احسان کے قطرات ٹپکتے رہے۔

یہ فطرت کا قانون ہے کہ بلند اخلاق لوگ اکثر اپنے اخلاق کی بلندی کے سبب سے شدائد و تکالیف سے نجات پاتے ہیں اور خطرات سے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ مثال کے طور پر "سفانہ بنت حاتم طائی کا واقعہ ہے کہ جب اسے قیدی بنا کر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا گیا تو اس نے آپؐ سے اجازت طلب کی اور آپؐ کے پاس آکر یوں ہمکلام ہوئی کہ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں تو رسول اللہؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کا باپ بلندی اخلاق کو پسند کرتا تھا۔

اسلام بلندی اخلاق کی دعوت دیتا ہے۔ عداوت و نفاق اور بدخلقی سے روکتا ہے تمسخر و استہزا گالی گلوچ اور نام کے بگاڑنے سے منع کرتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

یاایھاالذین آمنو لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیر منھم

اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، یہ عین ممکن ہے کہ وہ اس سے بہتر ہو

ایک شاعر کہتا ہے:

احب مکارم الاخلاق جهدی   واکره ان اعیب وان اعابا

میں حتی الامکان اچھے اخلاق کو پسند کرتا ہوں اور مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں کسی کی عیب جوئی کروں اور کوئی میری عیب جوئی کرے"

وہ قومیں جو بہترین زندگی گزارنا چاہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ کسی بڑے ملک کی داغ بیل ڈالیں اور اپنے آپ کو قابلِ ستائش بنائیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ بلند اخلاق سے مزین ہوں اور ذلیل صفات سے اجتناب کریں:

علی الاخلاق خطوا الملک وابنوا   فلیس وراءها للعز رکن

ملک کے خدوخال اور بنیاد اخلاق کی بنیاد پر رکھو کیونکہ عزت کا اس کے علاوہ ستون نہیں ہے۔

انما الامم الاخلاق ما بقیت   فان هموذهبت اخلاقهم ذهبوا

قومیں اس وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک کہ اخلاق باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ یہ ارادہ کرلیں کہ ان کے اخلاق زائل ہو جائیں تو وہ بھی ہلاک ہو جاتی ہیں۔

صلاح امرک الاخلاق مرجعه   فقوم النفس بالاخلاق تستقم

تمہارے معاملہ کی اصلاح کا دارومدار اخلاق پر ہے، کیونکہ نفس کی متوالی قوم اخلاق ہی کے ذریعہ درست ہوتی ہے۔

اگر قوموں کو مالی نقصان پہنچ جائے تو یہ بات برداشت کی جا سکتی ہے اور اگر اس کے کچھ افراد ہلاک ہو جائیں تو یہ معمولی سا نقصان ہے، لیکن اگر اس کے اخلاق بگڑ جائیں تو یہ ناقابل برداشت آفت اور زبردست مصیبت ہوگی۔

واذا اصیب القوم فی اخلاقهم   فاقم علیهم ماتما وعویلا

اور جب کسی قوم کے اخلاق بگڑ جائیں تو ان پر سوائے ماتم، اور نوحہ خوانی کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی ہو گی کہ اگر امت مسلمہ اس قرآنی ہدایت پر عمل کرے جو صحیح راہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے، اگر وہ اخلاق کے بہترین اصولوں اور بہتر تقلید کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر گامزن ہو تو گذشتہ مسلمانوں کی طرح باعزت اور سلف صالحین کی طرح کامیاب ہو سکتی ہے اور ان کی طرح مغرب سے مشرق تک کے ممالک کو فتح کر سکتی ہے، اور مظلوم ممالک کو غیر ملکیوں اور جابر حکومتوں کے پنجہ سے چھڑا سکتی ہے۔

لیکن یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ امت مسلمہ اور خصوصاً اس کا نوجوان طبقہ اخلاقی گراوٹ اور کردار کی پستی میں مبتلا ہے جنھیں مستقبل کا سرمایہ اور نئی نسل کی ناک سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بے وقوفی، دھوکے بازی اور بدحواسی کا زہر سرایت کر گیا ہے چنانچہ نوجوانوں نے لڑکیوں کی آواز، ان کے اشاروں، ان کی چال ڈھال، اور ان کے فیشن کی تقلید کو اپنا شیوہ قرار دیا ہے۔ ہر معاملہ میں ان کی نقل کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔

اللہ تعالیٰ ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبیہ اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں لعنت بھیجتا ہے۔

دراصل مردوں اور عورتوں کے مزاج میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مرد کی تخلیق جگر سوز محنت، کوشش، عمل اور حصول رزق کے لیے ہوتی ہے، اور ان چیزوں کی وجہ سے اس کے مزاج میں سخت گیری رکھی گئی ہے جو ان خصوصیات کے لیے درکار ہے

اس کے برخلاف عورت کی تخلیق خانہ داری، فرائض مادری اور تربیت اطفال کے لیے ہوتی ہے اور اس کے مزاج کو ان خوبیوں کے مناسب حال بنایا ہے۔ چنانچہ اسے مردوں کے حقوق کو غصب کرتے ہوئے ریاست و حکومت اور عدالت کی طمع نہ کرنا چاہیے اور نہ ان عہدوں کی فکر کرنا چاہیے جو اس کے لائق نہیں ہیں۔ یہ اس کی نسوانی فطرت کے خلاف ہے۔

اس بارے میں نپولین بوناپارٹ کا یہ قول مجھے بہت پسند ہے وہ کہتا ہے، "میں مرد کو مرد کی حیثیت سے اور عورت کو عورت کی حیثیت سے تو جانتا ہوں لیکن اگر عورت مرد کے حقوق پر، یا مرد عورت کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کر لے تو پھر میں نہیں جانتا کہ یہ انسان کی کون سی جنس ہے"۔